ACADEMIA International Journal for Social Sciences
Volume 5, Issue 3(s4), 2026 ISSN-L (Online): 3006-6638

The Fundamental Factors in Formation and Development of Islamic Society During Era of Sayyiduna Uthman Ibn Affan (RA) and Sayyiduna Ali Ibn Abi Talib (RA)

Muhammad Ishfaq
ishfaqkiani88@gmail.com
PhD Scholar, Institute of Islamic Studies and Shariah, MY University Islamabad

Dr. Najam Ud Din Kokab Hashmi
najmuddin@myu.edu.pk
Associate Professor, Institute of Islamic Studies and Shariah, MY University Islamabad

Corresponding Author: Muhammad Ishfaq ishfaqkiani88@gmail.com

Received: 01-02-2026 **Revised:** 14-02-2026 **Accepted:** 28-02-2026 **Published:** 15-03-2026

ABSTRACT

This study examines the formation and development of Islamic society during the caliphates of Sayyidna Uthman ibn Affan and Sayyidna Ali ibn Abi Talib (may Allah be pleased with them). These two periods represent a critical phase in early Islamic history, where rapid territorial expansion, administrative transformation, and internal political challenges significantly shaped the social and political structure of the Muslim community. The research focuses on identifying the key factors that contributed to the development of Islamic society in these two eras, with special attention to governance, justice, economic systems, and social cohesion. The primary purpose of this study is to conduct a comparative analysis of the two caliphates in order to understand how different historical circumstances influenced the evolution of Islamic governance and social order. It also aims to highlight the principles of justice, consultation, and accountability as practiced by both caliphs, and their impact on the stability of the Muslim society. A qualitative research methodology has been adopted for this study. Data has been collected from primary sources, including the Qur'an, Hadith literature, and classical historical works, as well as secondary scholarly analyses. A descriptive and analytical approach has been used to examine historical events and interpret their social and political implications. The findings reveal that the era of Sayyidna Uthman ibn Affan was characterized by administrative expansion, economic prosperity, and efforts toward religious unity, particularly through the standardization of the Qur'an. In contrast, the era of Sayyidna Ali ibn Abi Talib was marked by internal conflicts and political instability, yet it strongly emphasized justice, equality, and principled governance. Both caliphates contributed uniquely to the development of Islamic society under different circumstances. In conclusion, the study finds that Islamic social development during the Rightly Guided Caliphate was deeply rooted in moral leadership, consultation, and adherence to Islamic principles. Despite differing challenges, both caliphates laid foundational models of governance that continue to serve as guiding frameworks for Islamic political and social thought.

Keywords: *Sayyidna Uthman ibn Affan, Sayyidna Ali ibn Abi Talib, Islamic society*

تعارف

اسلامی تاریخ میں خلافتِ راشدہ کا دور انسانی تہذیب، عدلِ اجتماعی، دینی استحکام اور سیاسی نظم و نسق کے اعتبار سے ایک مثالی حیثیت رکھتا ہے۔ اس دور میں اسلامی معاشرہ نہ صرف عقائد و عبادات کی بنیاد پر استوار ہوا بلکہ اس کی تشکیل میں معاشرتی، سیاسی، اقتصادی اور اخلاقی عوامل نے بھی بنیادی کردار ادا کیا۔ خصوصاً دورِ سیدّنا عثمان بن عفان اور سیدّنا علی بن ابی طالب ؓ اسلامی معاشرے کی ارتقائی تاریخ میں نہایت اہم اور حساس ادوار شمار ہوتے ہیں۔ ان دونوں ادوار میں اسلامی ریاست اپنی وسعت، داخلی نظم، سیاسی مشکلات اور معاشرتی تغیرات کے اعتبار سے ایک نئے مرحلے میں داخل ہوئی، جس نے اسلامی معاشرے کی تشکیل و ارتقاء پر گہرے اثرات مرتب کیے۔

سیدّنا عثمان بن عفان ؓ کے دورِ خلافت میں اسلامی سلطنت بے مثال وسعت اختیار کر چکی تھی۔ مختلف اقوام، تہذیبیں اور ثقافتیں اسلامی ریاست کا حصہ بن رہی تھیں۔ اس وسعت نے معاشرتی ڈھانچے، انتظامی نظام اور اقتصادی معاملات میں نمایاں تبدیلیاں پیدا کیں۔ آپؓ نے نظمِ حکومت کو مستحکم بنانے، بیت المال کے نظام کو منظم کرنے، بحری قوت قائم کرنے اور قرآنِ مجید کو ایک رسم الخط پر جمع کرنے جیسے اہم اقدامات کیے۔ ان اصلاحات نے اسلامی معاشرے میں وحدت، فکری استحکام اور اجتماعی نظم کو فروغ دیا۔ اسی طرح فتوحات کے نتیجے میں مسلمانوں کے معاشی حالات بہتر ہوئے، نئے شہری مراکز قائم ہوئے اور اسلامی تہذیب کے اثرات دور دراز علاقوں تک پھیل گئے۔ تاہم اسی دور میں بعض سیاسی اختلافات، انتظامی شکایات اور قبائلی رجحانات نے بھی جنم لیا، جنہوں نے بعد میں داخلی انتشار کی صورت اختیار کی۔

سیدّنا علی بن ابی طالب ؓ کا دورِ خلافت اسلامی تاریخ کے نہایت نازک اور آزمائشی ادوار میں شمار ہوتا ہے۔ آپؓ نے ایسے وقت میں خلافت سنبھالی جب امت سیاسی اختلافات، داخلی انتشار اور فتنوں کا شکار ہو چکی تھی۔ آپؓ کی شخصیت علم، عدل، شجاعت اور تقویٰ کا عظیم نمونہ تھی۔ آپؓ نے اسلامی معاشرے میں عدل و انصاف کے قیام، مساوات کے فروغ اور اسلامی اصولوں کی بحالی کے لیے بھرپور کوشش کی۔ آپؓ کے دور میں جنگِ جمل، جنگِ صفین اور مسئلۂ خوارج جیسے اہم واقعات پیش آئے، جنہوں نے اسلامی معاشرت اور سیاسی فکر پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ ان حالات کے باوجود سیدّنا علیؓ نے اصولِ انصاف، اخلاقی قیادت اور دینی اقدار پر سمجھوتہ نہیں کیا۔ آپؓ کی اصلاحی پالیسیوں اور طرزِ حکمرانی نے اسلامی معاشرے میں حق، دیانت اور مساوات کی اہمیت کو اجاگر کیا۔

زیرِ نظر موضوع اس امر کا تحقیقی جائزہ پیش کرتا ہے کہ سیدّنا عثمان بن عفان اور سیدّنا علی بن ابی طالب ؓ کے ادوار میں اسلامی معاشرے کی تشکیل و ارتقاء کن بنیادی عوامل کے تحت عمل میں آیا۔ اس مطالعے میں سیاسی نظم، عدالتی نظام، اقتصادی ترقی، مذہبی اقدار، سماجی تعلقات، علمی سرگرمیوں اور داخلی مشکلات کا تجزیہ کیا گیا تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ ان دونوں ادوار نے اسلامی معاشرتی فکر اور تہذیبی ارتقاء میں کیا کردار ادا کیا۔ یہ تحقیق نہ صرف اسلامی تاریخ کے اہم پہلوؤں کو اجاگر کرتی ہے بلکہ عصرِ حاضر کے لیے بھی قیادت، عدل اور اجتماعی استحکام کے حوالے سے قابلِ عمل رہنمائی فراہم کرتی ہے۔

اس تحقیق میں معیاری تحقیقی طریقۂ کار اختیار کیا گیا ہے۔ تحقیق کی نوعیت تاریخی اور تجزیاتی ہے، جس کے ذریعے دورِ سیدّنا عثمان بن عفان اور سیدّنا علی بن ابی طالب ؓ میں اسلامی معاشرے کی تشکیل و ارتقاء کے بنیادی عوامل کا مطالعہ کیا گیا ہے۔ اس مقصد کے لیے بنیادی ماخذات، جیسے قرآنِ مجید، احادیثِ نبویہ، کتبِ سیرت اور مستند اسلامی تواریخ سے مواد حاصل کیا گیا۔ مزید برآں ثانوی ماخذات میں تحقیقی مقالات، کتب اور علمی جرائد سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ تحقیق میں تقابلی اور تجزیاتی اسلوب اپناتے ہوئے دونوں ادوار کے سیاسی، سماجی، اقتصادی اور مذہبی پہلوؤں کا جائزہ لیا گیا ہے۔

اہدافِ تحقیق

اس تحقیق میں دورِ سیدّنا عثمان بن عفان اور سیدّنا علی بن ابی طالب ؓ میں اسلامی معاشرے کی تشکیل و ارتقاء کے بنیادی سیاسی، سماجی، اقتصادی اور مذہبی عوامل کا تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے۔ دونوں ادوارِ خلافت کے نظمِ حکومت، عدالتی نظام اور معاشرتی اصلاحات کے اسلامی معاشرے پر مرتب ہونے والے اثرات کا تقابلی مطالعہ کیا گیا ہے۔

تعارفِ سیدّنا عثمان بن عفان ؓ اور عہدِ خلافت کا تاریخی پس منظر

سیدّنا عثمان بن عفان ؓ کی خلافت کا آغاز اسلامی تاریخ کے ایک نہایت اہم، حساس اور فیصلہ کن مرحلے پر ہوا۔ یہ وہ وقت تھا جب خلافتِ راشدہ اپنی مضبوط بنیادیں قائم کر چکی تھی، اسلامی ریاست جغرافیائی وسعت اختیار کر چکی تھی اور مختلف تہذیبیں، اقوام اور معاشرتی روایات اسلامی نظام کے دائرے میں داخل ہو چکی تھیں۔ سیدّنا عمر بن خطاب ؓ کی شہادت کے بعد امتِ مسلمہ کو ایک ایسے خلیفہ کی ضرورت تھی جو نہ صرف تقویٰ، علم اور تجربے میں ممتاز ہو بلکہ ایک وسیع اور متنوع ریاست کو حکمت، حلم اور بصیرت کے ساتھ سنبھال سکے۔حضرت ابن ثورالفہمی بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اس وقت گیا جب آپ محصور تھے، آپ نے مجھ سے فرمایا کہ میری دس خصلتیں اللہ تعالیٰ کے پاس محفوظ ہیں:

> "میں اسلام قبول کرنے والا چوتھا شخص ہوں۔رسول خدا ﷺ نے اپنی دو صاحبزادیوں کو میرے عقد میں دیا۔میں کبھی گانے بجانے میں شریک نہیں ہوا۔میں کبھی لہو و لعب میں مشغول نہیں ہوا۔میں نے کبھی کسی برائی اور بدی کی تمنا نہیں کی۔رسول خدا ﷺ سے بیعت کرنے کے بعد میں نے کبھی اپنا سیدھا ہاتھ اپنی شرمگاہ کو نہیں لگایا۔اسلام لانے کے بعد میں نے ہر جمعہ کو اللہ کے لئے ایک غلام آزاد کیا، اگر اس وقت ممکن نہ ہوا تو بعد

میں آزاد کیا۔زمانہ جاہلیت یا عہد اسلام میں کبھی زنا کا مرتکب نہیں ہوا۔عہد جاہلیت اور زمانہ اسلام میں کبھی چوری نہیں کی۔رسول خدا ﷺ کے زمانہ کے مطابق میں نے قرآن مجید کو جمع کیا۔"[1]

سیدّنا عمر ؓ نے اپنی حیات کے آخری ایام میں خلافت کے مسئلے کو شخصی نامزدگی کے بجائے شوریٰ کے ذریعے حل کرنے کا فیصلہ کیا۔ انہوں نے چھ جلیل القدر صحابۂ کرام پر مشتمل ایک مجلسِ شوریٰ قائم کی جن میں سیدّنا عثمان بن عفان، سیدّنا علی بن ابی طالب، سیدّنا طلحہ بن عبیداللہ، سیدّنا زبیر بن العوام، سیدّنا سعد بن ابی وقاص اور سیدّنا عبدالرحمن بن عوف ؓ شامل تھے۔ یہ اقدام اسلامی سیاسی فکر میں مشاورت، اجتماعی رائے اور جمہوری اقدار کی ایک اعلیٰ مثال ہے۔سیدّنا عبدالرحمن بن عوف ؓ نے غیر معمولی دیانت اور ذمہ داری کے ساتھ اس شوریٰ کی قیادت کی۔ انہوں نے صرف شوریٰ کے ارکان ہی نہیں بلکہ مدینہ کے عام مسلمانوں، مہاجرین و انصار، قبائلی عمائدین اور بعض روایات کے مطابق خواتین تک سے رائے لی۔ اس وسیع مشاورتی عمل کے بعد اکثریت کی رائے سیدّنا عثمان بن عفان ؓ کے حق میں سامنے آئی۔یہ طرزِ انتخاب دراصل قرآنِ مجید کے اس اصول کی عملی تفسیر تھا:

وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ [2]

ترجمہ**:**اور ان کا کام باہمی مشورے سے ہوتا ہے۔

یہ آیت اسلامی سیاسی نظام میں شوریٰ کی بنیادی حیثیت کو واضح کرتی ہے۔ سیدّنا عمر ؓ نے اسی قرآنی ہدایت کی روشنی میں خلافت کے مسئلے کو امت کے باہمی مشورے پر چھوڑا، تاکہ کسی قسم کا انتشار، خاندانی اجارہ داری یا جبر پیدا نہ ہو۔ شوریٰ کے قیام کے بعد سیدّنا عبدالرحمن بن عوف ؓ کو غیر معمولی اعتماد کے ساتھ ثالث اور فیصلہ کن رکن مقرر کیا گیا۔ انہوں نے اس ذمہ داری کو نہایت دیانت اور غیر جانب داری کے ساتھ ادا کیا۔ تاریخی روایات کے مطابق انہوں نے تین دن تک مدینہ منورہ کے مسلمانوں سے مسلسل مشاورت کی۔ اس مشاورت میں نہ صرف مہاجرین و انصار بلکہ قبائلی سردار، اہلِ علم اور عام مسلمان بھی شامل تھے۔ بعض روایات میں یہاں تک آتا ہے کہ خواتین کی رائے بھی لی گئی، جو اسلامی تاریخ میں عوامی مشاورت کی ایک اعلیٰ مثال ہے۔

"عبدالرحمن بن عوف ؓ نے لوگوں سے اس قدر وسیع مشورہ کیا کہ شاید اس کی مثال اسلامی تاریخ میں کم ملتی ہے۔" [3]

اس مشاورتی عمل کے نتیجے میں اکثریت کی رائے سیدّنا عثمان بن عفان ؓ کے حق میں سامنے آئی۔ لوگوں نے آپ ؓ کو نرم خو، متقی، بردبار اور سنتِ نبوی ﷺ کا پابند حکمران سمجھا۔ چنانچہ مسجدِ نبوی ﷺ میں عام بیعت کا انعقاد ہوا اور آپ ؓ خلافت کے منصب پر فائز ہوئے۔چنانچہ 24ھ میں مسجدِ نبوی ﷺ میں آپ ؓ کے دستِ حق پرست پر بیعتِ عامہ ہوئی اور آپ باقاعدہ طور پر خلیفۂ ثالث منتخب ہوئے۔غزوۂ تبوک کے موقع پر آپ ؓ کی مالی قربانی تاریخِ اسلام کا روشن باب ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس موقع پر فرمایا:

مَا ضَرَّ عُثْمَانَ مَا فَعَلَ بَعْدَ الْيَوْمِ [4]

ترجمہ:آج کے بعد عثمان جو کچھ بھی کریں، انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

یہ حدیث سیدّنا عثمان ؓ کے بلند مقام اور رسول اللہ ﷺ کے اعتماد کا واضح ثبوت ہے، جس نے خلافت کے لیے آپ کی اہلیت کو مزید مستحکم کیا۔بیعت کے وقت سیدّنا عثمان ؓ نے جو خطبہ ارشاد فرمایا، وہ اسلامی حکمرانی کے اصولوں کا آئینہ دار ہے۔ آپ نے فرمایا کہ خلافت کوئی اعزاز نہیں بلکہ ایک بھاری امانت ہے اور اگر وہ کتاب اللہ اور سنتِ رسول ﷺ سے انحراف کریں تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ انہیں درست راستے کی طرف لوٹائیں۔ یہ اعلان اسلامی نظام میں احتسابِ حکمران کے تصور کو نمایاں کرتا ہے۔رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ [5]

---

[1] امام جلال الدین سیوطی،تاریخ الخلفاء(لاہور،شبیر برادرز،۲۰۰۲)،ص ۳۳۸
[2] القرآن: 38/42
[3] ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (بیروت: دارالکتب العلمیہ، 1987ء)، جلد 7، ص 142
[4] احمد بن حنبل، مسند احمد، کتاب فضائل الصحابہ،(بیروت: مؤسسۃ الرسالہ، 2001ء)، جلد 1، ص 84، حدیث: 463
[5] محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری، کتاب الأحکام، باب قول اللہ أطیعوا اللہ وأطیعوا الرسول(بیروت: دارالفکر، 2002ء)، جلد 9، ص 62، حدیث: 7138

ترجمہ:تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

یہ حدیث خلافت کے منصب کو جوابدہی اور امانت کا منصب قرار دیتی ہے، جس کا عملی مظاہرہ سیدّنا عثمان ؓکی نامزدگی اور طرزِ حکمرانی میں واضح طور پر نظر آتا ہے۔شبلی نعمانی کے مطابق:

"عثمان ؓکی خلافت قبیلے کی بنیاد پر نہیں بلکہ امت کی اجتماعی رضا سے قائم ہوئی۔"[6]

نامزدگی کے اس عمل سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اسلام میں سیاسی اقتدار کا سرچشمہ عوامی اعتماد اور شرعی اصول ہیں، نہ کہ وراثت یا طاقت۔قرآنِ مجید میں اتحاد کی تاکید یوں فرمائی گئی ہے:

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا [7]

ترجمہ:اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔

سیدّنا عثمان ؓکی نامزدگی دراصل اسی قرآنی حکم کی عملی تصویر تھی، جس نے وقتی اختلافات کے باوجود امت کو ایک مرکز پر جمع رکھا۔سیدّنا عثمان ؓکے دورِ خلافت کے آغاز میں عمومی فضا پُرامن اور مستحکم تھی۔ سیدّنا عمر ؓکے مضبوط انتظامی ڈھانچے کی بدولت ریاستی نظام مستحکم تھا، بیت المال منظم تھا اور عدالتی و عسکری ادارے فعال تھے۔ سیدّنا عثمان ؓنے ابتدا میں اسی نظام کو برقرار رکھا تاکہ تسلسل قائم رہے اور ریاستی امور میں کسی قسم کا خلل پیدا نہ ہو۔ یہ طرزِ عمل آپ کی سیاسی بصیرت اور تدبر کا مظہر ہے۔

تعارفِ سیدّنا علی بن ابی طالب ؓ اور عہدِ خلافت کے اہم حالات

حضرت عثمان بن عفان ؓکی شہادت کے بعد مسند خلافت تین دن تک خالی رہی۔ اس دوران لوگوں نے حضرت علیؓ کو اس منصب کو قبول کرنے کے لیے شدید اصرار کیا، مگر آپؓ نے ابتدا میں اس بوجھ کو اٹھانے سے انکار کیا۔ تاہم، مہاجرین و انصار کے مسلسل اصرار کے بعد آپؓ مجبور ہو کر خلافت قبول کرنے پر راضی ہوئے اور 21 ذی الحجہ کو مسجد نبویؐ میں آپؓ کے دست اقدس پر بیعت ہوئی۔ خلافت سنبھالنے کے بعد سب سے پہلا کام حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کا پتہ لگانا اور ان سے قصاص لینا تھا، لیکن مشکل یہ تھی کہ شہادت کے وقت صرف ان کی زوجہ نائلہ بنت الفرافصہ موجود تھیں، جو صرف اتنا بتا سکیں کہ محمد بن ابی بکرؓ دو آدمیوں کے ساتھ اندر آئے تھے، جنہیں وہ پہلے نہیں جانتی تھیں۔ محمد بن ابی بکرؓ نے اس بات کی تصدیق کی کہ وہ قتل کے ارادے سے داخل ہوئے، مگر حضرت عثمانؓ کی موجودگی میں پیچھے ہٹ گئے۔ قاتلوں کا اصل تعین نہ ہو سکا اور تاریخ میں مختلف نام آئے، مگر قانونی طور پر کوئی مجرم ثابت نہ ہوا۔

> "حضرت علیؓ کے نزدیک اس انقلاب کی اصل وجہ عثمانی عمال کی زیادتیاں تھیں، اس لیے آپؓ نے تمام عثمانی عمال کو معزول کر دیا اور نئے ذمہ دار مقرر کیے: عثمان بن حنیف بصرہ کے عامل، عمارہ بن حسان کوفہ کا حاکم، حضرت عبد اللہ بن عباسؓ یمن کے نگران اور سہل کو شام کی حکومت سونپی گئی۔ سہل جب تبوک کے قریب پہنچے تو امیر معاویہؓ کے سواروں نے مزاحمت کی اور انہیں مدینہ واپس جانے پر مجبور کیا، جس سے حضرت علیؓ کو احساس ہوا کہ خلافت میں اب بھی جھگڑے اور مشکلات موجود ہیں۔ حضرت علیؓ نے امیر معاویہؓ کو خط لکھا کہ مہاجرین و انصار نے اتفاق کے ساتھ میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے، لہٰذا یا تو میری اطاعت کرو یا جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ معاویہؓ نے صرف اپنا نام لکھ کر جواب بھیجا، جس کے ذریعے انہوں نے دھمکی دی کہ شام میں عثمانؓ کی خون آلود قمیص پر شامی شیوخ کی حمایت موجود ہے۔ اس جواب پر خالد بن زفر عبسی نے کہا کہ اہل عراق کو عثمانؓ کی قمیص کی پروا نہیں اور وہ شام کی دھمکی سے ڈرنے والے نہیں۔"[8]

اسی دوران دوسرا واقعہ پیش آیا جب حضرت عائشہؓ مکہ سے مدینہ واپس آ رہی تھیں۔ راستے میں معلوم ہوا کہ حضرت عثمانؓ شہید ہو چکے اور حضرت علیؓ خلیفہ منتخب ہو گئے، مگر فتنے ابھی بھی جاری تھے۔ یہ خبر حضرت عائشہؓ کو اس بات پر آمادہ کر گئی کہ عثمانؓ کے قاتلوں سے قصاص لیا جائے اور اسلام کی عزت برقرار رکھی جائے۔ اسی دوران مدینہ میں فتنہ و فساد

---

[6] شبلی نعمانی، الفاروق (اعظم گڑھ: دارالمصنفین، 1939ء)، جلد 2، ص 219
[7] القرآن: 103/3
[8] علی ابن ابی طالب. اردو ویکیپیڈیا. 1 فروری 2026 https://ur.wikipedia.org/wiki/علی_ابن_ابی_طالب ur.wikipedia.org

کے آثار دیکھ کر حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ بھی مکہ گئے، جہاں حضرت عائشہؓ نے حالات دریافت کیے اور قصاص کی تحریک مزید مضبوط ہوئی۔

> " حضرت علیؓ کے بعض سیاسی تسامح اور خلافت کے ابتدائی اقدامات، جیسے کہ قاتلوں کا تعین نہ ہونا اور تمام عثمانی عمال کو معزول کرنا، نے ملک میں بدنظمی کو فروغ دیا۔"[9]

ان حالات نے ام المومنین حضرت عائشہؓ کو بھی قصاص کی تحریک شروع کرنے پر آمادہ کر دیا۔ اس تحریک کو عبد اللہ بن عامر حضرمی، مروان بن حکم، سعید بن العاص اور دیگر بنی امیہ نے مکہ سے سپورٹ کیا اور اسے بصرہ، کوفہ اور دیگر علاقوں میں پھیلانے کی کوشش کی، تاکہ عوامی حمایت حاصل ہو اور خلافت کے نئے انتظامات پر اثر ڈالیں۔سیدّنا علی بن ابی طالبؓ کی خلافت اسلامی تاریخ میں ایک نہایت اہم اور نازک مرحلہ تھی۔ خلفائے راشدین کے عہد میں خلافت کے لیے نامزدگی ایک اصولی، مشاورتی اور دینی فریم ورک کے تحت ہوتی تھی، تاکہ مسلمانوں میں عدل، شفافیت اور قیادت کی ذمہ داری کے اصول قائم رہیں۔ سیدّنا علیؓ کی نامزدگی بھی اسی اصول کے تحت ہوئی، جس میں صحابہ کرام کی مشاورت، عوامی اعتماد اور دینی اصولوں کی مکمل پابندی شامل تھی۔خلافت کے لیے نامزدگی کی ابتدا خلفائے راشدین کے مشاورتی عمل سے ہوئی، جس میں مسلمان رہنما، اہل علم اور تجربہ کار صحابہ کرام شامل تھے۔ یہ نظام خلافت کو جابرانہ یا خود غرضانہ حکمرانی سے بچانے کے لیے وضع کیا گیا تھا۔ حضرت علیؓ کی نامزدگی میں صحابہ کرامؓ نے ایک متحد اور اصولی مشاورت کے بعد اتفاق کیا تاکہ اسلامی ریاست کے استحکام، عدل و انصاف اور شفاف قیادت کو یقینی بنایا جا سکے۔قرآن کریم میں قیادت اور مشاورت کے اصول کی اہمیت واضح طور پر بیان ہوئی ہے:

وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَمْرُهُمْ شُورَى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ [10]

> ترجمہ:اور جو اپنے رب کی فرمانبرداری کرتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور اپنے امور میں باہمی مشاورت کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں رزق دیا ہے اس میں خرچ کرتے ہیں۔

یہ آیت خلافت کے اصول میں مشاورت اور عدل کی اہمیت کو واضح کرتی ہے، جو سیدّنا علیؓ کی نامزدگی میں مکمل طور پر نظر آتی ہے۔حضرت علیؓ کی نامزدگی میں ایک اور اہم پہلو ان کی مخالفانہ قوتوں کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنے کی کوشش تھی۔ خلافت کے آغاز میں سیاسی انتشار اور قبائلی اختلافات موجود تھے، اس لیے نامزدگی کے عمل میں ایک ایسا رہنما منتخب کیا گیا جو عدل، علم اور اخلاقی اصولوں پر قائم ہو، تاکہ مختلف گروہوں کے درمیان اتحاد اور استحکام پیدا کیا جا سکے۔حضرت علیؓ کی نامزدگی کے دوران صحابہ کرام نے ان کی صفات اور صلاحیتوں پر غور کیا۔ ان کی علم، شجاعت، تقویٰ اور عدل پسندی کو اہم معیار کے طور پر مدنظر رکھا گیا۔ یہ اصولی معیار اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ خلافت صرف سیاسی اقتدار کے حصول کا ذریعہ نہ ہو بلکہ عوام کی فلاح، شریعت کی پاسداری اور عدل و انصاف کے نفاذ کا ذریعہ بھی ہو۔علیؓ کے بارے میں ابن کثیر بیان کرتے ہیں:

> "حضرت علیؓ کی نامزدگی اس وقت ہوئی جب صحابہ کرام نے ان کے علم، تقویٰ اور عدل کو مدنظر رکھتے ہوئے مسلمانوں کے لیے بہترین رہنما کے طور پر انتخاب کیا۔"[11]

نامزدگی کے عمل میں عوامی اعتماد بھی ایک اہم عنصر تھا۔ مسلمانوں کی رائے اور عوامی حمایت کو نظر انداز نہیں کیا گیا، بلکہ صحابہ کرام نے عوام میں اعتماد قائم کرنے کے لیے تمام اقدامات کیے۔ اس دوران نامزد رہنما کی شفافیت، اصولی قیادت اور عدل پسندی کو عوامی زندگی میں عملی طور پر نافذ کرنا بنیادی شرط تھی۔حضرت علیؓ کی نامزدگی میں سیاسی اور معاشرتی پیچیدگیوں کو مدنظر رکھا گیا۔ داخلی بغاوت، قبائلی انتشار اور مالی تنازعات کی شدت نے یہ ضرورت پیدا کی کہ ایک ایسا خلیفہ منتخب کیا جائے جو صبر، حکمت اور اصولی قیادت کے ساتھ ریاست کی قیادت کرے۔ اس دور میں خلیفہ کا کردار صرف سیاسی فیصلہ سازی تک محدود نہیں تھا بلکہ اس میں عوامی فلاح، عدل اور شریعت کے نفاذ کی ذمہ داری بھی شامل تھی۔حضرت علیؓ کی شخصیت میں علم اور تقویٰ اس بات کو یقینی بنانے کے لیے کافی تھے کہ اسلامی ریاست میں فیصلے دینی اصولوں کے مطابق ہوں۔ ان کے علم و فضل نے صحابہ کرام کے اعتماد کو مستحکم کیا اور یہ یقینی بنایا کہ خلافت کے تمام اقدامات شفاف اور اصولی بنیادوں پر ہوں۔ نامزدگی کے دوران ان کی شجاعت، عدل پسندی اور عوامی فلاح کے لیے ان کے جذبے نے یہ ظاہر کیا کہ وہ ایک مثالی خلیفہ کے معیار پر پورا اترتے ہیں۔ابن کثیر لکھتے ہیں:

---

[9] علی ابن ابی طالب. اردو ویکیپیڈیا. 1 فروری 2026 /https://ur.wikipedia.org/wiki علی_ابن_ابی_طالب ur.wikipedia.org
[10] القرآن: 38/42
[11] ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، جلد 7، ص 260

"حضرت علیؓ کی خلافت کے لیے انتخاب ایک مشاورتی، اصولی اور دینی عمل کے ذریعے ہوا، جس میں صحابہ کرام نے ان کے علم، تقویٰ اور عدل پسندی کو بنیاد بنایا۔" [12]

نامزدگی کے بعد حضرت علیؓ نے خلافت قبول کی اور اپنی ذمہ داریوں کو عملی طور پر انجام دینا شروع کیا۔ انہوں نے گورنروں کی تعیناتی میں شفافیت اور عدل و انصاف کو مقدم رکھا، مالی اور دفاعی نظام میں اصلاحات نافذ کیں اور عوام کے حقوق کی حفاظت کو یقینی بنایا۔حضرت علیؓ کی نامزدگی میں صحابہ کرام نے یہ یقینی بنایا کہ خلافت میں اصولی عدل و انصاف، عوامی فلاح اور شریعت کی مکمل پاسداری ہو۔شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

"حضرت علیؓ کی خلافت کے لیے انتخاب ایک اصولی اور مشاورتی عمل کے ذریعے ہوا، جس میں عدل، شفافیت اور دینی اصولوں کی مکمل پاسداری کو ترجیح دی گئی۔" [13]

نامزدگی کے بعد حضرت علیؓ نے اندرونی اختلافات اور فتنہ خوارج کے دباؤ کے باوجود خلافت کی ذمہ داری قبول کی۔ انہوں نے اس بات کو یقینی بنایا کہ ریاستی فیصلے، عدالتی احکام اور معاشرتی اصلاحات اسلامی اصولوں کے مطابق ہوں۔ اس دوران گورنروں کی کارکردگی، مالی نظام اور دفاع کے شعبوں میں اصلاحات نافذ کی گئیں تاکہ خلافت میں استحکام قائم ہو۔ابن حجر بیان کرتے ہیں:

"حضرت علیؓ نے خلافت قبول کرتے ہوئے عدل، اصولی قیادت اور عوام کی فلاح کو اپنی اولین ترجیح بنایا۔ ان کی قیادت میں خلافت کے تمام ادارے شفاف اور اصولی بنیادوں پر قائم رہے۔"[14]

نامزدگی میں یہ پہلو بھی اہم تھا کہ نئے خلیفہ کے انتخاب میں صبر، شجاعت اور اصولی قیادت کی موجودگی لازمی تھی۔ خلافت کے آغاز میں سیاسی انتشار اور قبائلی اختلافات کی شدت اس بات کی ضرورت پیدا کرتی تھی کہ خلیفہ اپنی قیادت میں صبر، حکمت اور اصولی استقامت کا مظاہرہ کرے۔

دورِ سیدّنا عثمان بن عفانؓ میں اسلامی معاشرے کی سیاسی و انتظامی تشکیل

سیدّنا عثمان بن عفانؓ کا دورِ خلافت اسلامی معاشرت کی تاریخ میں ایک اہم اور منفرد مرحلہ ہے۔ یہ دور نہ صرف سیاسی و انتظامی اصلاحات بلکہ معاشرتی، اخلاقی، اقتصادی اور ثقافتی ترقی کا بھی دور تھا۔ اس زمانے میں اسلامی معاشرہ تیزی سے جغرافیائی وسعت اختیار کر چکا تھا، جس کے نتیجے میں مختلف قبائل، نسلیں، زبانیں اور ثقافتیں ایک ہی سیاسی اور دینی دائرے میں آ گئی تھیں۔ ایسے متنوع سماجی منظرنامے میں معاشرتی ہم آہنگی، اخلاقی اصولوں کی پابندی اور معاشرتی فلاح و بہبود کے اقدامات اہم ثابت ہوئے۔سیدّنا عثمانؓ کا دور معاشرتی اعتبار سے تبدیلیوں کا دور تھا۔ اسلامی معاشرہ اب صرف عربوں تک محدود نہیں رہا تھا بلکہ اس میں عجمی، قبطی، ایرانی اور افریقی اقوام بھی شامل ہو چکی تھیں۔ اس ثقافتی تنوع نے معاشرتی زندگی کو وسعت دی مگر ساتھ ہی نئے مسائل کو بھی جنم دیا۔اخلاقی اقدار، حیا، عفت اور باہمی احترام کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ خود سیدّنا عثمانؓ کی حیا ضرب المثل تھی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

أَلَا أَسْتَحْيِي مِنْ رَجُلٍ تَسْتَحْيِي مِنْهُ الْمَلَائِكَةُ [15]

ترجمہ:کیا میں اس شخص سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں؟

یہ اخلاقی معیار پورے معاشرے پر اثر انداز ہوا۔ خاندان کا نظام مضبوط رہا، خواتین کو عزت دی گئی اور غلاموں کے ساتھ حسنِ سلوک کو فروغ ملا۔دورِ عثمانی میں حکمران اور عوام کے درمیان تعلق اعتماد پر مبنی تھا، اگرچہ آخری دور میں بعض عناصر نے اس تعلق کو نقصان پہنچایا۔ سیدّنا عثمانؓ عوام کی شکایات خود سنتے اور اصلاح کی کوشش کرتے تھے۔ آپؓ نے کبھی طاقت کے بے جا استعمال کو ترجیح نہیں دی، بلکہ صبر اور تحمل کو اختیار کیا۔ ابن کثیر لکھتے ہیں:

---

[12] ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، جلد 7، ص 262
[13] شبلی نعمانی، الفاروق، جلد 2، ص 280
[14] ابن حجر، فتح الباری، جلد 7، ص 175
[15] مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ،(ریاض: دارالسلام، 2000ء)، جلد 4، ص 1865، حدیث: 2401

"عثمانؓ نے اقتدار کے تحفظ کے لیے خون بہانے کی بجائے اپنی جان قربان کرنا قبول کیا۔"[16]

یہ طرزِ عمل اسلامی معاشرت میں امن، رواداری اور اخلاقی برتری کی اعلیٰ مثال ہے۔دورِ عثمانی میں اخلاقی اقدار کو نہایت اہمیت حاصل تھی۔ سیدّنا عثمانؓ کی ذاتی زندگی کی سادگی، حیا، بردباری اور نرم مزاجی معاشرت پر اثر انداز ہوتی تھی۔ آپؓ کی حیا اور عاجزی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے اپنی خلافت کے ابتدائی سالوں میں بھی ذاتی عیاشی یا غیر ضروری تجملات سے گریز کیارسول اللہ ﷺ نے اخلاق و حیا کی اہمیت پر فرمایا:

إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ[17]

ترجمہ:میں صرف اخلاقی فضائل کو مکمل کرنے کے لیے بھیجا گیا ہوں۔

سیدّنا عثمانؓ کی ذاتی مثال نے معاشرت میں اخلاقی رویوں، حیا، امانت اور عدل کو فروغ دیا۔ لوگ نہ صرف حکمران کے اعمال بلکہ ایک دوسرے کے ساتھ تعامل میں بھی انہی اصولوں کو اپنانے لگے۔دورِ عثمانی میں خاندان کو معاشرتی زندگی کا بنیادی ستون سمجھا جاتا تھا۔ اسلام میں خاندان کی اہمیت قرآن و سنت کے ذریعے واضح کی گئی ہے:

وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا[18]

ترجمہ:تمہارے رب نے یہ حکم دیا ہے کہ تم صرف اسی کی عبادت کرو اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔

ایمان صرف عبادات تک محدود نہیں بلکہ انسانی تعلقات میں اخلاقیات اور نیکی کی پابندی بھی ایمان کا حصہ ہے۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک صبر، محبت، شکرگزاری اور اخلاقی ذمہ داری کے تقاضوں کو پورا کرنا ہے۔ یوں یہ آیت روحانی اور سماجی فلاح کا جامع اصول بیان کرتی ہے اور زندگی میں توحید اور اخلاقی ذمہ داری دونوں کی اہمیت کو واضح کرتی ہےسیدّنا عثمانؓ نے نہ صرف اپنے خاندان میں بلکہ ریاست کے تمام طبقات میں خاندانی احترام، والدین کی عزت اور بچوں کی تربیت کو فروغ دیا۔ خواتین کی عزت و وقار، بیویوں کی حفاظت اور یتیم بچوں کے حقوق کی حفاظت اس دور کی نمایاں خصوصیات میں شامل ہیں۔ ڈاکٹر علی محمد الصلابی لکھتے ہیں:

"عثمانؓ کی معاشرتی پالیسیوں میں خاندان کی عزت اور خواتین کے حقوق کی حفاظت کو اولین ترجیح دی گئی۔"[19]

یہ اقتباس حضرت عثمانؓ کی قیادت میں معاشرتی انصاف اور اخلاقی اصولوں کی ترجیح کو واضح کرتا ہے۔ ان کی پالیسیوں میں خاندان کی عزت کو برقرار رکھنا اور خواتین کے حقوق کی حفاظت کو اولین اہمیت دی گئی۔ اس کا مقصد نہ صرف ذاتی یا خاندانی مفاد تھا بلکہ پورے معاشرے میں اعتماد، تحفظ اور عدل قائم کرنا تھایتیموں، بیواؤں اور مستحقین کی کفالت کو ریاست کی ذمہ داری سمجھا گیا۔قرآن میں ارشاد ہے:

الْمَسَاكِينِ وَالْفُقَرَاءِ وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ[20]

ترجمہ:صدقات تو فقراء، مساکین اور ایسے لوگوں کے لیے ہیں جن کے دل جیتنے کے لیے یہ دی جاتی ہیں۔

صدقات صرف مال خرچ کرنے کے لیے نہیں بلکہ اسے ضرورت مندوں اور معاشرتی فلاح کے لیے مخصوص کرنا ضروری ہے۔ فقراء اور مساکین وہ ہیں جو مالی طور پر کمزور ہیں اور ان کی بنیادی ضروریات پوری کرنے کے لیے صدقات دی جاتی ہیں۔ سیدّنا عثمانؓ نے اس آیت کی روشنی میں رفاہی اقدامات کیے۔ نہ صرف مالی امداد کی گئی بلکہ لوگوں کو خود کفالت کے قابل بنانے کی بھی تدابیر اختیار کی گئیں۔ ابن کثیر لکھتے ہیں:

---

[16] ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (بیروت: دارالکتب العلمیہ، 1987ء)، جلد 7، ص 183
[17] ابو داود، سنن ابو داود، کتاب الادب، باب حق المسلم علی المسلم،(ریاض: دارالسلام، 2001ء)، جلد 1، ص 32، حدیث: 4755
[18] القرآن: 23/17
[19] ڈاکٹر علی محمد الصلابی، سیرت عثمان بن عفان (قاہرہ: دارالمعرفۃ، 2006ء)، جلد 1، ص 345
[20] القرآن: 60/9

"عثمانؓ نے اپنے دور میں غرباء کی دیکھ بھال اور سماجی فلاح و بہبود کے لیے بے پناہ اقدامات کیے۔"[21]

حضرت عثمانؓ نے بیت المال کی تقسیم میں انصاف کو مقدم رکھا اور ضرورت مندوں کے لیے مخصوص امدادی منصوبے نافذ کیے۔ ان کے اقدامات میں یتیموں، بیواؤں اور بیماری یا غربت کے شکار افراد کی مدد بھی شامل تھی، جس سے معاشرت میں بھائی چارہ، اعتماد اور تعاون فروغ پایاسیدّنا عثمانؓ نے معاشرتی زندگی میں فلاحی منصوبوں کو بھی اہمیت دی۔ سڑکوں، پلوں، کنوؤں، مسجدوں اور مسافروں کے لیے خانقاہوں کی تعمیر کی گئی۔ یہ اقدامات نہ صرف معاشرتی بہتری کے لیے تھے بلکہ اسلامی معاشرت کی اخلاقی و سماجی تربیت کا بھی ذریعہ تھے۔ شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

"عثمانؓ کے دور میں معاشرتی ترقی اور عوامی فلاح کے لیے بے شمار منصوبے بنائے گئے جو آج بھی تاریخ میں مثال ہیں۔" [22]

خواتین کی تعلیم اور دینی تربیت بھی اس دور کی نمایاں خصوصیت تھی، جس سے معاشرت میں اخلاقی استحکام اور دینی شعور کو فروغ ملا۔ڈاکٹر علی محمد الصلابی لکھتے ہیں:

"عثمانؓ نے خواتین کے حقوق کی حفاظت میں وہ اقدامات کیے جو اسلامی معاشرت میں ایک نیا معیار قائم کرتے ہیں۔" [23]

حضرت عثمانؓ نے اپنے دورِ خلافت میں خواتین کے تحفظ، وراثت، عزت اور معاشرتی حقوق کے لیے ایسے اقدامات کیے جو نہ صرف موجودہ حالات میں مؤثر تھے بلکہ اسلامی معاشرت کے لیے ایک نیا معیار اور روشن مثال بھی قائم کی۔دورِ عثمانی میں شہری اور دیہی زندگی کے درمیان توازن برقرار رکھنے پر زور دیا گیا۔ شہری علاقوں میں بازار، مسجد، حمام، اسکول اور مسافر خانہ کی تعمیر کی گئی۔ دیہی علاقوں میں زراعت اور وسائل کی منظم تقسیم کی گئی تاکہ معاشرتی ہم آہنگی قائم رہے۔ ابن کثیر لکھتے ہیں:

"عثمانؓ نے شہری اور دیہی ترقی میں توازن قائم رکھا تاکہ ریاست کے ہر حصے میں زندگی کی بنیادی سہولیات میسر ہوں۔" [24]

دورِ عثمانی میں مختلف اسلامی فقہی مکاتب فکر کی موجودگی کے باوجود مذہبی وحدت کو برقرار رکھنے کی کوشش کی گئی۔ سیدّنا عثمانؓ نے مصحفِ عثمانی کی تدوین کے ذریعے قرآن کی یکسانیت اور اجتماعی وحدت کو یقینی بنایا۔ اس اقدام نے فرقہ وارانہ انتشار کو کم کیا اور امت میں دینی اور سماجی ہم آہنگی پیدا کی۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ لکھتے ہیں:

"عثمانؓ کے مصحف کی تدوین کا مقصد دینی وحدت اور امت کے اتحاد کو محفوظ رکھنا تھا۔" [25]

حضرت عثمانؓ نے قرآن کو ایک مستند اور متحد شکل میں مرتب کیا تاکہ مختلف علاقوں میں قرآن کی قرأت اور تلاوت میں اختلافات ختم ہوں اور امت اسلامیہ میں دینی وحدت اور اتحاد قائم رہے۔

دورِ سیدّنا علی بن ابی طالبؓ میں عدل، مساوات اور اسلامی معاشرت

حضرت علیؓ کے دور میں معاشرتی زندگی اسلامی اصولوں، عدل و انصاف اور اخلاقی اقدار کے محور پر قائم تھی۔ خلفائے راشدین کے عہد میں معاشرتی توازن قائم رکھنے کے لیے سیاسی، دینی اور اخلاقی اصولوں کو مدنظر رکھا گیا۔ حضرت علیؓ کی قیادت میں معاشرتی زندگی میں سب سے بڑی خصوصیت عدل، مساوات اور عوام کی فلاح و بہبود تھی۔ان کے دور میں معاشرتی اصلاحات کا پہلا پہلو فقرا، یتیموں اور محتاجوں کی دیکھ بھال تھا۔ حضرت علیؓ نے بیت المال کے نظام کو شفاف بنایا اور یقینی بنایا کہ دولت اور وسائل عوام تک پہنچیں، خاص طور پر وہ لوگ جو معاشرتی لحاظ سے کمزور تھے۔ ان کا یہ اقدام معاشرت

---

[21] ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (بیروت: دارالکتب العلمیہ، 1987ء)، جلد 7، ص 187
[22] شبلی نعمانی، الفاروق (اعظم گڑھ: دارالمصنفین، 1939ء)، جلد 2، ص 223
[23] ڈاکٹر علی محمد الصلابی، سیرت عثمان بن عفان (قاہرہ: دارالمعرفۃ، 2006ء)، جلد 1، ص 354
[24] ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (بیروت: دارالکتب العلمیہ، 1987ء)، جلد 7، ص 192
[25] ڈاکٹر محمد حمید اللہ، خلافت و ملوکیت (لاہور: ادارہ اسلامیات، 1985ء)، ص 96

ACADEMIA International Journal for Social Sciences
Volume 5, Issue 3(s4), 2026 ISSN-L (Online): 3006-6638

میں عدل و انصاف قائم کرنے اور طبقاتی فرق کم کرنے کی ایک روشن مثال تھا۔قرآن میں معاشرتی ذمہ داریوں کی اہمیت اس طرح بیان ہوئی ہے:

وَيُؤْتُونَ الْيَتَامَى أَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيثَ بِالطَّيِّبِ وَإِذَا أَحَلَلْتُم فَانْتَظِرُوا أَنْ تَحِلَّ لَكُمْ أَشْيَاءكُمْ [26]

ترجمہ:اور یتیموں کے مال ان کے حق پر دینے اور خراب چیز کو اچھی چیز کے ساتھ نہ بدلنے۔

یہ آیت معاشرتی ذمہ داری، امانت داری اور عدل و انصاف کی اہمیت کو واضح کرتی ہے، جو حضرت علیؓ کے دور میں عملی طور پر نافذ کی گئی۔حضرت علیؓ نے اپنی قیادت میں معاشرتی مساوات اور عدل کو ہر سطح پر قائم کیا۔ گورنروں کی تعیناتی، مالی نظام اور عدلیہ میں شفافیت اس بات کو یقینی بناتی تھی کہ ہر شہری کو اپنے حقوق ملیں اور کسی طبقے یا قبیلے کے ساتھ ناانصافی نہ ہو۔ یہ اقدام داخلی انتشار اور قبائلی اختلافات کے اثرات کو کم کرنے کے لیے بھی اہم تھا۔معاشرتی زندگی کے ایک اور پہلو میں تعلیم اور علم کا فروغ شامل تھا۔ حضرت علیؓ نے علم اور فقہ کی تعلیم کو فروغ دیا تاکہ عوام اسلامی اصولوں اور عدل و انصاف کے بارے میں آگاہ ہوں۔ انہوں نے مساجد اور مدرسوں میں علمی پروگراموں کو فروغ دیا تاکہ عوام دینی اور دنیاوی علم حاصل کر سکیں، جس سے معاشرت میں شعور، اخلاقی اقدار اور اصولی زندگی کو فروغ ملا۔ابن کثیر بیان کرتے ہیں:

"حضرت علیؓ نے معاشرتی زندگی میں تعلیم اور علم کو مرکزی حیثیت دی تاکہ عوام میں عدل، شعور اور دینی اقدار کو فروغ دیا جا سکے۔" [27]

حضرت علیؓ نے معاشرتی شفافیت اور اخلاقی اقدار کو اپنی قیادت کا لازمی حصہ بنایا۔ انہوں نے ہر شہری کو یہ احساس دلایا کہ اسلام میں انصاف اور اخلاقی اصول ہر سطح پر لاگو ہوتے ہیں۔ ان کے دور میں عوامی تعلقات، قبائلی اتحاد اور سماجی انصاف کو یقینی بنانے کے لیے متعدد اقدامات کیے گئے۔معاشرتی زندگی میں خاندان اور عائلی نظام کی مضبوطی بھی حضرت علیؓ کی حکمت عملی کا حصہ تھی۔ انہوں نے خاندانوں کی حفاظت، یتیموں کے حقوق اور خواتین کے حقوق کے تحفظ کے لیے اصولی اقدامات کیے۔ اس سے معاشرتی استحکام اور اخلاقی اقدار میں اضافہ ہوا اور خاندانوں میں عدل و انصاف کے شعور کو فروغ ملا۔حضرت علیؓ کی قیادت میں معاشرتی زندگی کا ایک اور پہلو معاشرتی تعاون اور بھائی چارہ تھا۔ انہوں نے عوام میں اخلاقی اقدار، تعاون اور یکجہتی کو فروغ دیا۔ داخلی انتشار اور قبائلی اختلافات کے باوجود انہوں نے عوام کو اصولی قیادت، عدل اور اخلاقی اقدار کے تحت متحد کرنے کی کوشش کی۔شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

"حضرت علیؓ نے اپنی قیادت میں معاشرتی زندگی میں عدل، اخلاق اور اجتماعی فلاح کو اولین ترجیح دی۔ ان کے اقدامات نے اسلامی معاشرت میں اتحاد اور استحکام پیدا کیا۔" [28]

حضرت علیؓ نے معاشرتی زندگی میں فقرا اور محتاجوں کی دیکھ بھال کو لازمی قرار دیا۔ بیت المال کے نظام میں شفافیت اور اصولی تقسیم نے یہ یقینی بنایا کہ دولت عوام تک پہنچے اور کسی بھی طبقے یا قبیلے کا استحصال نہ ہو۔ اس سے معاشرت میں عدل و انصاف کے اصول قائم ہوئے اور عوام میں دولت اور وسائل کی مساوات کا احساس پیدا ہوا۔دورِ علی میں معاشرتی اصلاحات میں معاشرتی تعلقات اور عدل و انصاف کے فروغ کو بھی مرکزی حیثیت دی گئی۔ انہوں نے عوام کو یہ پیغام دیا کہ اصولی قیادت، عدل و انصاف اور شفاف اصلاحات معاشرتی زندگی کے ستون ہیں۔ اس کے علاوہ، انہوں نے قبائلی اور سیاسی اختلافات کے اثرات کو کم کرنے کے لیے مشاورتی عمل کو بھی فروغ دیا تاکہ ہر شہری کے مسائل کو شفاف اور اصولی بنیادوں پر حل کیا جا سکے۔ابن حجر بیان کرتے ہیں:

"حضرت علیؓ نے معاشرتی زندگی میں عدل و انصاف، تعلیم، اخلاقی اقدار اور اصولی اصلاحات کو فروغ دیا تاکہ اسلامی معاشرت میں اتحاد اور استحکام قائم رہے۔" [29]

حضرت علیؓ کی قیادت میں معاشرتی زندگی اور اصلاحات ایک دوسرے سے مربوط تھیں۔ عدل و انصاف، شفاف حکومت، تعلیم، اخلاقی اقدار اور عوامی فلاح کے اصول ایک مربوط نظام کے تحت نافذ کیے گئے۔ اس سے یہ یقینی بنایا گیا کہ اسلامی معاشرت میں ہر شہری کو انصاف، تحفظ اور فلاح حاصل ہو۔حضرت علیؓ کی قیادت میں معاشرتی زندگی میں شہری انصاف اور عوامی حقوق کو سب سے زیادہ اہمیت دی گئی۔ ہر شہری کو یہ حق حاصل تھا کہ وہ اپنے مسائل اور شکایات کو براہِ راست خلیفہ یا

---

[26] القرآن: 2/4
[27] ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، جلد 7، ص 275
[28] شبلی نعمانی، الفاروق، جلد 2، ص 295
[29] ابن حجر، فتح الباری، جلد 7، ص 190

متعلقہ حکومتی اہلکار کے سامنے رکھ سکے۔ اس سے نہ صرف حکومت میں شفافیت قائم ہوئی بلکہ عوام میں عدل و انصاف کے اصول کی بھی تبلیغ ہوئی۔ حضرت علیؓ نے عدالتوں اور مقامی حکومتی نظام میں اصولی معیار قائم کیا تاکہ کسی بھی قسم کی ناانصافی یا تعصب کا امکان نہ رہے۔قرآن میں عدل و انصاف کی اہمیت اس طرح بیان ہوئی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ [30]

ترجمہ:اے ایمان والو! اللہ کے لیے قائم رہنے والے اور عدل و انصاف کے گواہ بنو، خواہ یہ تمہارے اپنے نفس، والدین یا رشتہ داروں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

یہ آیت حضرت علیؓ کے دور میں عدل و انصاف اور اصولی قیادت کی عملی اہمیت کو ظاہر کرتی ہے، کیونکہ انہوں نے نہ صرف عوام کے حق میں عدل قائم کیا بلکہ اپنی ذاتی خواہشات اور مفادات کو پس پشت رکھ کر اصولی قیادت کی مثال قائم کی۔دورِ علی میں معاشرتی فلاح اور یتیموں و محتاجوں کی حمایت کو بنیادی ترجیح دی گئی۔ بیت المال کے نظام میں شفافیت، مالی وسائل کی منصفانہ تقسیم اور محتاجوں کی دیکھ بھال سے یہ یقینی بنایا گیا کہ معاشرتی عدم مساوات کم ہو اور عوام کے درمیان عدل قائم رہے۔ حضرت علیؓ نے اس بات کو یقینی بنایا کہ ہر طبقہ، قبیلہ اور فرد اپنے حقوق حاصل کرے اور کسی قسم کا استحصال نہ ہو۔معاشرتی زندگی میں تعلیم اور علم کی اہمیت بھی نمایاں تھی۔ حضرت علیؓ نے مساجد اور مدرسوں میں علم کے فروغ کے لیے اقدامات کیے تاکہ عوام دینی اور دنیاوی علوم حاصل کر سکیں۔ اس سے معاشرت میں شعور، اخلاقی اقدار اور اصولی زندگی کو فروغ ملا۔ابن کثیر بیان کرتے ہیں:

"حضرت علیؓ نے تعلیم اور علم کو معاشرتی اصلاح کا مرکزی جزو بنایا تاکہ عدل، شعور اور دینی اصول عوام میں فروغ پائیں۔" [31]

حضرت علیؓ نے معاشرتی زندگی میں اخلاقی اقدار اور شفاف اصلاحات کو لازمی قرار دیا۔ انہوں نے عوام میں یہ شعور پیدا کیا کہ اصولی قیادت، عدل و انصاف اور اخلاقی اقدار ہر سطح پر لاگو ہوں۔ اس کے لیے انہوں نے انتظامی، عدالتی اور مالی شعبوں میں اصلاحات نافذ کیں۔معاشرتی زندگی میں خاندان اور عائلی نظام کی مضبوطی بھی ان کی حکمت عملی کا حصہ تھی۔ حضرت علیؓ نے یتیموں کے حقوق، خواتین کی حفاظت اور خاندانوں کی استحکام کے لیے اصولی اقدامات کیے۔ اس سے نہ صرف معاشرتی استحکام پیدا ہوا بلکہ عدل و انصاف اور اخلاقی اقدار بھی فروغ پائے۔حضرت علیؓ نے معاشرتی تعاون اور بھائی چارے کو فروغ دیا۔ داخلی انتشار اور قبائلی اختلافات کے باوجود انہوں نے عوام کو اصولی قیادت، عدل اور اخلاقی اقدار کے تحت متحد کرنے کی کوشش کی۔ اس سے معاشرت میں اتحاد اور استحکام پیدا ہوا اور عوام میں اخلاقی اصولوں کی پاسداری کا شعور فروغ پایا۔شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

"حضرت علیؓ نے اپنی قیادت میں معاشرتی زندگی میں عدل، اخلاق اور اجتماعی فلاح کو اولین ترجیح دی۔ ان کے اقدامات نے اسلامی معاشرت میں اتحاد اور استحکام پیدا کیا۔"[32]

حضرت علیؓ کے دور میں معاشرتی زندگی میں فقرا اور محتاجوں کی دیکھ بھال کو لازمی قرار دیا گیا۔ بیت المال کی شفاف تقسیم نے یہ یقینی بنایا کہ دولت عوام تک پہنچے اور کسی طبقے یا قبیلے کا استحصال نہ ہو۔ اس سے معاشرت میں عدل و انصاف قائم ہوا اور معاشرتی طبقاتی فرق کم ہوا۔معاشرتی اصلاحات میں عوامی تعلقات، مشاورت اور شفاف فیصلہ سازی کو مرکزی حیثیت دی گئی۔ حضرت علیؓ نے یہ یقینی بنایا کہ ہر شہری کے مسائل اصولی بنیادوں پر حل ہوں اور داخلی انتشار اور قبائلی اختلافات کے اثرات کم ہوں۔ انہوں نے مشاورتی عمل کے ذریعے عوام، صحابہ کرام اور اہل علم کی رائے کو شامل کیا تاکہ فیصلے دینی، اخلاقی اور معاشرتی اصولوں کے مطابق ہوں۔ابن حجر بیان کرتے ہیں:

"حضرت علیؓ نے معاشرتی زندگی میں عدل و انصاف، تعلیم، اخلاقی اقدار اور اصولی اصلاحات کو فروغ دیا تاکہ اسلامی معاشرت میں اتحاد اور استحکام قائم رہے۔" [33]

---

[30] القرآن: 135/4
[31] ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، جلد 7، ص 280
[32] شبلی نعمانی، الفاروق، جلد 2، ص 295
[33] ابن حجر، فتح الباری، جلد 7، ص 190

حضرت علیؓ کی معاشرتی زندگی میں عدل، تعلیم، اخلاق، شفافیت اور عوامی فلاح ایک مربوط نظام کے تحت نافذ کی گئی۔ اس سے یہ یقینی بنایا گیا کہ اسلامی معاشرت میں ہر فرد کے حقوق محفوظ رہیں، خاندانوں میں استحکام قائم ہو اور عوام میں اصولی قیادت کے شعور کو فروغ ملے۔

دورِ عثمانی اور دورِ علیؓ کے معاشرتی و سیاسی نظام کا تقابلی جائزہ

خلافتِ راشدہ کا دور اسلامی تاریخ میں سیاسی استحکام، معاشرتی اصلاحات، عدل و انصاف اور دینی اقدار کے نفاذ کے اعتبار سے نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ سیدّنا عثمان بن عفانؓ اور سیدّنا علی بن ابی طالبؓ کے ادوارِ خلافت اگرچہ زمانی اعتبار سے ایک دوسرے کے قریب ہیں، لیکن سیاسی حالات، انتظامی ترجیحات، معاشرتی مسائل اور ریاستی مشکلات کے لحاظ سے ان میں واضح فرق پایا جاتا ہے۔ دونوں خلفائے راشدین نے اسلامی اصولوں کی روشنی میں ریاستی نظام کو چلانے کی کوشش کی، تاہم حالات کے اختلاف نے ان کی حکمتِ عملی اور طرزِ حکمرانی کو مختلف جہات عطا کیں۔

سیدّنا عثمان بن عفانؓ کا دور سیاسی استحکام، جغرافیائی توسیع اور معاشی ترقی کا دور تھا۔ اسلامی سلطنت اس زمانے میں شمالی افریقہ، آرمینیا، خراسان اور قبرص تک پھیل چکی تھی۔ وسیع فتوحات کے باعث اسلامی ریاست کو نئے انتظامی تقاضوں کا سامنا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے حضرت عمرؓ کے قائم کردہ نظامِ حکومت کو برقرار رکھا اور اس میں وقت کے مطابق اصلاحات بھی کیں۔ صوبائی نظم و نسق کو منظم کیا گیا، نئے گورنر مقرر کیے گئے اور ریاستی اداروں کو وسعت دی گئی۔ ڈاکٹر علی محمد الصلابی لکھتے ہیں :

> "حضرت عثمانؓ نے انتظامی وحدت اور سیاسی استحکام کے لیے مرکز اور صوبوں کے درمیان مضبوط رابطہ قائم رکھا۔"[34]

اس کے برعکس سیدّنا علیؓ کا دور داخلی انتشار، سیاسی اختلافات اور خانہ جنگیوں سے عبارت تھا۔ آپؓ کو خلافت ایسے وقت میں ملی جب حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد امت شدید اضطراب کا شکار تھی۔ جنگِ جمل، جنگِ صفین اور فتنۂ خوارج جیسے واقعات نے ریاستی استحکام کو متاثر کیا۔ ان حالات میں حضرت علیؓ کی توجہ فتوحات کے بجائے داخلی نظم و نسق، عدل کے قیام اور سیاسی استحکام پر مرکوز رہی۔ ابن کثیر کے مطابق :

> "حضرت علیؓ نے ہر حال میں اصولی سیاست اور عدل و انصاف کو مقدم رکھا، خواہ اس کے نتیجے میں سیاسی مشکلات ہی کیوں نہ پیش آئیں۔"[35]

سیاسی نظام کے اعتبار سے دونوں ادوار میں شوریٰ اور مشاورت کو بنیادی حیثیت حاصل رہی۔ حضرت عثمانؓ کا انتخاب ایک منظم شوریٰ کے ذریعے عمل میں آیا، جس میں مہاجرین، انصار اور اکابر صحابہ کی رائے شامل تھی۔ یہ اسلامی سیاسی فکر میں اجتماعی مشاورت کی اعلیٰ مثال تھی۔ حضرت علیؓ کی خلافت بھی عوامی بیعت اور صحابۂ کرام کی مشاورت کے نتیجے میں قائم ہوئی، اگرچہ اس وقت سیاسی حالات زیادہ پیچیدہ تھے۔ شبلی نعمانی لکھتے ہیں :

> " حضرت علیؓ نے انتشار کے باوجود خلافت کو مشاورتی اصولوں کے مطابق چلانے کی کوشش کی۔"[36]

معاشرتی نظام کے لحاظ سے دورِ عثمانی میں خوشحالی، رفاہی اقدامات اور تمدنی ترقی نمایاں نظر آتی ہے۔ اسلامی سلطنت کی وسعت کے باعث بیت المال میں مالی وسائل کی فراوانی پیدا ہوئی، جس سے عوامی فلاح کے منصوبوں کو فروغ ملا۔ سڑکیں، مساجد، کنویں اور عوامی سہولیات تعمیر کی گئیں۔ غرباء، یتیموں اور مساکین کی کفالت کو ریاستی ذمہ داری سمجھا گیا۔ حضرت عثمانؓ خود نہایت سخی اور نرم مزاج تھے، جس کا اثر معاشرتی زندگی پر بھی پڑا۔ ان کے دور میں اخلاقی اقدار، حیا، صبر اور رواداری کو فروغ حاصل ہوا۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے مطابق:

> " عثمانی دور میں اسلامی معاشرت اپنی تہذیبی وسعت اور رفاہی توازن کے اعتبار سے ایک نئی منزل میں داخل ہوئی۔"[37]

---

[34] ڈاکٹر علی محمد الصلابی، خلافتِ عثمان بن عفانؓ، مترجم: حافظ عبد الستار حماد (ریاض: دارالسلام، 2007ء)، 214
[35] ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1987ء)،۷ / ۲۲۳
[36] شبلی نعمانی، الفاروق (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، 2004ء)، 589
[37] محمد حمید اللہ، اسلام کا تعارف، مترجم: محمد عاصم حداد (پیرس: مرکز ثقافت اسلامی، 1990ء)، 187

دوسری جانب حضرت علیؓ کے دور میں معاشرتی اصلاحات کا مرکز عدل، مساوات اور طبقاتی تفریق کا خاتمہ تھا۔ آپؓ نے بیت المال کی تقسیم میں مکمل مساوات کو اپنایا اور عرب و عجم یا قریش و غیر قریش کے درمیان فرق کو ختم کیا۔ اس پالیسی نے اسلامی معاشرت میں مساوات کے اصول کو مضبوط کیا، اگرچہ بعض قبائل نے اس پر اعتراض بھی کیا۔ حضرت علیؓ نے گورنروں کے احتساب، عوامی شکایات کے ازالے اور عدالتی شفافیت کو خصوصی اہمیت دی۔ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں :

> " حضرت علیؓ کی حکومت کا بنیادی اصول انصاف تھا اور آپ ذاتی مفاد یا سیاسی دباؤ کے سامنے کبھی جھکے نہیں۔"[38]

دورِ عثمانی اور دورِ علی میں عدالتی نظام دونوں جگہ اسلامی شریعت کے تابع تھا، تاہم عملی حالات کے فرق نے ان کے نفاذ میں مختلف صورتیں پیدا کیں۔ حضرت عثمانؓ کے دور میں ریاستی استحکام کے باعث عدالتیں نسبتاً منظم انداز میں کام کرتی رہیں۔ قاضیوں کی تقرری اہلیت اور دیانت کی بنیاد پر کی جاتی تھی۔ حضرت عثمانؓ نے قضا کے نظام کو مضبوط بنانے کے لیے مختلف علاقوں میں عدالتی اختیارات کو منظم کیا۔ اس کے مقابلے میں حضرت علیؓ کے دور میں سیاسی بحرانوں کے باوجود عدالتی انصاف کو برقرار رکھا گیا۔ آپؓ نے اپنے خلاف مقدمات میں بھی قاضی کے سامنے عام شہری کی حیثیت سے پیش ہو کر اسلامی مساوات کی عملی مثال قائم کی۔معاشی اعتبار سے دونوں ادوار میں بیت المال کو مرکزی اہمیت حاصل رہی، لیکن ترجیحات مختلف تھیں۔ شبلی نعمانی لکھتے ہیں :

> " حضرت عثمانؓ کے دور میں فتوحات کی بدولت معاشی وسائل میں اضافہ ہوا، تجارت کو فروغ ملا اور بحری طاقت کی ترقی کے باعث تجارتی راستے محفوظ ہوئے۔ آپؓ نے زرعی اصلاحات اور شہری ترقی پر بھی توجہ دی۔ اس کے برعکس حضرت علیؓ نے معاشی مساوات اور مالی شفافیت کو زیادہ اہمیت دی۔ انہوں نے بیت المال میں جمع ہونے والے مال کو فوری طور پر مستحقین میں تقسیم کرنے کی پالیسی اختیار کی تاکہ دولت چند ہاتھوں میں محدود نہ رہے۔ شبلی نعمانی کے مطابق حضرت علیؓ کی معاشی پالیسی اسلامی مساوات اور سماجی انصاف کی حقیقی ترجمان تھی۔"[39]

دونوں ادوار میں مذہبی وحدت اور دینی شعور کو بنیادی اہمیت حاصل رہی۔ حضرت عثمانؓ کا سب سے بڑا دینی کارنامہ مصحفِ عثمانی کی تدوین ہے، جس کے ذریعے قرآنِ مجید کو ایک رسم الخط پر جمع کیا گیا۔ اس اقدام نے امتِ مسلمہ کو قرأت کے اختلافات سے محفوظ رکھا اور دینی وحدت کو مضبوط کیا۔ حضرت علیؓ نے بھی قرآن و سنت کی روشنی میں عدل و انصاف اور علمی شعور کو فروغ دیا۔ آپؓ علم و فقہ میں ممتاز مقام رکھتے تھے اور آپ کے خطبات و اقوال نے اسلامی فکر اور اخلاقیات پر گہرے اثرات مرتب کیے۔تقابلی طور پر دیکھا جائے تو حضرت عثمانؓ کا دور استحکام، وسعت اور رفاہی ترقی کا دور تھا، جبکہ حضرت علیؓ کا دور بحرانوں کے باوجود اصولی قیادت، عدل اور استقامت کی مثال بن کر سامنے آیا۔ حضرت عثمانؓ نے اسلامی سلطنت کو جغرافیائی اور تمدنی اعتبار سے وسعت دی، جبکہ حضرت علیؓ نے سیاسی انتشار کے باوجود اسلامی اصولوں کی حفاظت اور عدل کے نفاذ کو یقینی بنایا۔ دونوں خلفاء کی حکمتِ عملی حالات کے مطابق مختلف تھی، لیکن مقصد ایک ہی تھا، یعنی اسلامی معاشرے کو قرآن و سنت کی بنیاد پر مستحکم اور منظم بنانا۔

حاصل بحث

دورِ سیدّنا عثمان بن عفان اور سیدّنا علی بن ابی طالبؓ اسلامی تاریخ کے ایسے اہم ادوار ہیں جنہوں نے اسلامی معاشرے کی تشکیل، استحکام اور ارتقاء میں بنیادی کردار ادا کیا۔ سیدّنا عثمانؓ کے دور میں اسلامی ریاست نے سیاسی استحکام، جغرافیائی وسعت، معاشی ترقی اور تمدنی فروغ کے نئے مراحل طے کیے۔ آپؓ نے نظمِ حکومت کو مضبوط کیا، قرآنِ مجید کو ایک مصحف کی صورت میں جمع کر کے دینی وحدت کو محفوظ بنایا، رفاہی منصوبوں کو فروغ دیا اور اسلامی معاشرے میں اخلاقی اقدار، رواداری اور معاشرتی ہم آہنگی کو مستحکم کیا۔ دوسری طرف سیدّنا علیؓ کا دور سیاسی انتشار، داخلی اختلافات اور فتنوں کے باوجود عدل، مساوات، شفافیت اور اصولی قیادت کی روشن مثال بن کر سامنے آیا۔ آپؓ نے اسلامی معاشرت میں انصاف، بیت المال کی منصفانہ تقسیم، عوامی حقوق کے تحفظ اور اخلاقی اصلاحات کو مرکزی حیثیت دی۔ دونوں خلفائے راشدین کے ادوار اگرچہ حالات اور چیلنجز کے اعتبار سے مختلف تھے، لیکن ان کا بنیادی مقصد قرآن و سنت کی روشنی میں ایک ایسا اسلامی معاشرہ قائم کرنا تھا جو عدل، مساوات، اخوت، مشاورت اور انسانی فلاح کے اصولوں پر استوار ہو۔ اس تحقیق سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اسلامی معاشرے کی مضبوطی صرف سیاسی طاقت سے نہیں بلکہ اخلاقی قیادت، عادلانہ نظام، عوامی اعتماد اور دینی اصولوں کی

---

[38] ابن حجر عسقلانی ، الاصابہ فی تمییز الصحابہ (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1995ء)، ٤ / ٤٦٧
[39] شبلی نعمانی، سیرت النبیؐ (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، 2001ء)، ٢ / ٣١١

پاسداری سے ممکن ہوتی ہے۔ دورِ عثمانی اور دورِ علی آج بھی مسلم معاشروں کے لیے سیاسی بصیرت، معاشرتی اصلاح، عدل و انصاف اور اصولی حکمرانی کی عملی مثال کی حیثیت رکھتے ہیں۔

تجاویز و سفارشات

1۔ موجودہ مسلم معاشروں میں خلافتِ راشدہ خصوصاً دورِ عثمانی اور دورِ علی کے عدل، مشاورت اور عوامی فلاح کے اصولوں کو حکومتی نظام میں عملی طور پر شامل کیا جائے۔

2۔ تعلیمی اداروں میں خلفائے راشدین کے سیاسی، معاشرتی اور اخلاقی نظام پر تحقیقی مطالعے کو فروغ دیا جائے تاکہ نئی نسل اسلامی تاریخ کی حقیقی روح سے آگاہ ہو سکے۔

3۔ اسلامی معاشرے میں اتحاد، رواداری اور اخوت کے فروغ کے لیے قرآن و سنت کی تعلیمات اور خلفائے راشدین کے طرزِ حکمرانی کو سماجی تربیت کا حصہ بنایا جائے۔

4۔ حکمرانوں اور ریاستی اداروں میں شفافیت، احتساب اور عوامی خدمت کے اصول اپنائے جائیں تاکہ ایک متوازن، پُرامن اور فلاحی معاشرہ تشکیل پا سکے۔

حوالہ جات

1۔ القرآن

2۔ ابن حجر عسقلانی ، الاصابہ فی تمییز الصحابہ (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1995ء)

3۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1987ء)

4۔ ابو داود، سنن ابو داود، کتاب الادب، باب حق المسلم علی المسلم،(ریاض: دارالسلام، 2001ء)

5۔ احمد بن حنبل، مسند احمد، کتاب فضائل الصحابہ،(بیروت: مؤسسۃ الرسالہ، 2001ء)

6۔ امام جلال الدین سیوطی،تاریخ الخلفاء(لاہور،شبیر برادرز،۲۰۰۲)

7۔ ڈاکٹر علی محمد الصلابی، خلافتِ عثمان بن عفانؓ، مترجم: حافظ عبد الستار حماد (ریاض: دارالسلام، 2007ء)

8۔ ڈاکٹر علی محمد الصلابی، سیرت عثمان بن عفان (قاہرہ: دارالمعرفۃ، 2006ء)

9۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، خلافت و ملوکیت (لاہور: ادارہ اسلامیات، 1985ء)

10۔ شبلی نعمانی، الفاروق (اعظم گڑھ: دارالمصنفین، 1939ء)

11۔ شبلی نعمانی، الفاروق (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، 2004ء)

12۔ شبلی نعمانی، سیرت النبیؐ (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، 2001ء)

13۔ محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری، کتاب الأحکام، باب قول اللہ أطیعوا اللہ وأطیعوا الرسول(بیروت: دارالفکر، 2002ء)

14۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، اسلام کا تعارف، مترجم: محمد عاصم حداد (پیرس: مرکز ثقافت اسلامی، 1990ء)

15۔ مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ،(ریاض: دارالسلام، 2000ء)